مولانا سید محمد الحسنی صاحب مدیر البعث الاسلامی

اسلامی سزائیں

اور

اُن کی حکمت

فجعلناها نکالًا لما بین یدیها وما خلفها وموعظۃ للمتقین ه

پھر ہم نے اس کو ایک عبرت انگیز واقعہ بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس قوم کے معاصر تھے اور ان لوگوں کے لئے جو بعد کے زمانہ میں آتے رہے اور موجب نصیحت بنایا خدا سے ڈرنے والوں کے لئے۔

یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے اور اس میں بنی اسرائیل کی ایک سخت ترین سزا کے ذکر کے بعد ان سزاؤں کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے دوسرے لوگوں اور آنے والی نسلوں کو ایسی عبرت حاصل ہو اور ان پر اس درجہ رعب طاری ہو جائے کہ پھر کسی ہاتھ کو وہ حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو اور جس کے دل میں خدا کا خوف اور خدا کا ادب و لحاظ ہے۔ ان کو بھی اس سے نصیحت اور سبق حاصل ہو۔ یعنی ایک طرف مجرموں اور ظالموں کی ہمت ان سزاؤں کی بدولت اتنی پست ہو جائے کہ وہ پھر کسی جرم کا ارتکاب نہ کریں اور دوسری طرف اہل ایمان اور اہل تقویٰ کو ایسی نصیحت اور سبق حاصل ہو کہ ان کے دل میں جرم و گناہ کا خیال بھی نہ آئے۔

جرم و سزا کے باہمی تعلق پر آج کل دنیا میں بڑا زور دیا جاتا ہے اور اسلامی سزاؤں کو بے رحمانہ اور ظالمانہ کہا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے جرم و سزا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بہتر تصور آج تک کسی نظام نے پیش نہیں کیا۔ ظاہر ہے کہ انسان اور کائنات کے خالق نے جو سزا اس کی تجویز فرمائی ہے اور پھر اس کی حکمت جو بیان کی ہے اس کے مقابلہ میں خود مخلوق کی تجویز کی ہوئی سزا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے یہ انسان کی حد درجہ نادانی ہے کہ وہ اپنی تجویز کی ہوئی سزاؤں کو (جن کو وہ بار بار تبدیل کرتا رہتا ہے) اپنے پیدا کرنے والے اور معبود برحق کی تجویز کردہ سزاؤں سے بہتر سمجھے۔ ان سزاؤں کی کھلی ہوئی یہ برکت ظاہر ہوتی ہے کہ چند سزاؤں سے بھی معاشرے میں ایک خوشگوار تبدیلی رونما ہونے لگتی ہے اور اگر ان پر خلوص اور استحکام کے ساتھ عمل کیا جاتا رہے تو پورا معاشرہ امن و امان میں آجاتا ہے۔ اس کے ایمان افروز واقعات اور نمونوں سے

پوری اسلامی تاریخ بھری ہوئی ہے اور کوئی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔

ان سزاؤں کی ایک عجیب خاصیت اور برکت یہ ہے کہ بہت سی کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اس کی ایک بہت واضح مثال سعودی عرب کی ہے۔ سعودی عرب کے معاشرے کو اسلامی معاشرہ ظاہر ہے نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود آج وہاں کم از کم جرائم کی شرح اس قدر گھٹ چکی ہے کہ اس کا کسی دوسرے ملک میں تصور بھی آسان نہیں اس کے برخلاف امریکہ جو اپنے کو تہذیب و تمدن کا امام اور موجد سمجھتا ہے اس وقت جرم اور گناہ کا سب سے بڑا مرکز ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں آئیڈیل سوسائٹی اور معاشرے کے انتظار میں نہیں رہنا چاہئے۔ البتہ جرم و گناہ کے محرکات و اسباب کا بند کرنا حتی الامکان ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک طرف ہمارے ذرائع ابلاغ و نشر و اشاعت دعوت گناہ دیتے ہوں اور ہمارے اسکول اور تعلیم گاہیں ذہنی بے راہ روی کا سامان مہیا کرتی ہوں دوسری طرف یہ کہا جاتا ہو کہ (''دامن تر مکن ہشیار باش'') خبردار! دامن تر نہ ہونے پائے۔ اگر ایک ہاتھ کے کٹنے اور ٹوٹنے سے سینکڑوں ہزاروں ہاتھ کٹنے سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ایک پھانسی سے سینکڑوں جانیں ہلاکت سے اور نہ جانے کتنے ناموس عصمت دری سے محفوظ ہو جاتے ہیں تو ان سزاؤں کو ظلم نہیں عین رحم کہا جائے گا۔

اس کے علاوہ ان سزاؤں کو شریعت اسلامیہ نے اتنے شرائط و قیود اور اتنی گواہیوں اور ایسے طریقے کار سے محفوظ کر دیا ہے کہ اس سے ناانصافی اور ظلم کا صدور ہی ممکن نہیں۔ تنہا ایک چیز قذف (یعنی کسی پر گناہ کی غلط تہمت لگانا) اور اس کی سزا ایک ایسا حصار ہے جس کو آسانی سے کوئی پار کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دوسرے موقع پہ یہ تعلیم بھی دی ہے کہ مجرموں کے لئے جو یہ سزائیں ہمارے دل میں نرمی اور رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے تجویز کردہ طریقہ کار کا ہے۔

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم ۝

چور اور چورنی دونوں کے ہاتھ قطع کر دو۔ بدلہ اس کا جو انہوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

سورۂ نور میں قرآن کی سزاؤں کے سلسلہ میں آتا ہے۔

ولا تأخذکم بہما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر

تمہارے اندر ان دونوں کے لئے نرم دلی اور رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہو۔ اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے۔